سوال - مضامین سرسید کی روشنی میں سرسید احمد خان کا اسلوب نگارش متعین کیجیے۔

جواب - کہا جاتا ہے کہ اسلوب شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ لکھنے والے کی شخصیت جب اس کی نثر و نظم قلم میں ڈھل جاتی ہے یا رچ بس جاتی ہے تو اسلوب پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے چند شرطیں ہیں۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ لکھنے والے کی شخصیت بلوغت اور پختگی کی منزلیں طے کر چکی ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ سوچنے سمجھنے کے انداز میں کوئی انفرادیت پائی جاتی ہو۔ جب تک شخصیت منفرد نہیں ہوگی، اسلوب میں انفرادیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی سلسلے میں تیسری شرط یہ ہے کہ خیالات کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو اور الفاظ اور افکار میں ہم آہنگی رکھنے کی پوری صلاحیت پائی جاتی ہو۔ جب یہ تمام شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ صاحب طرز کہا جائیگا۔

عموماً نثر میں صاحب طرز کم پائے جاتے ہیں کیونکہ جیسا سطور بالا میں واضح کیا جا چکا ہے۔ اچھی نثر لکھنے والے ہی کم ہوتے ہیں

اسلئے صاحب طرز ہونا تو اور دشوار ہے۔ اردو میں جتنے صاحب طرز انشا پرداز
اور نثر نگار ہوئے ان میں سر سید احمد خان کا مقام بہت اونچا ہے۔ انہوں
نے اردو نثر نگاری کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ
سر سید احمد خان سے اردو نثر کا زریں دور شروع ہوا۔

سر سید سے پہلے اردو نثر کی دنیا بہت محدود تھی۔
فلسفیانہ فلسفہ، تصوف، رشد و ہدایت، دین و مذہب اور قصوں کہانیوں کے
علاوہ کوئی دوسرا موضوع اردو نثر میں متعارف نہیں تھا۔ اگر سر سید احمد خان
اور مرزا غالب نہ ہوتے تو اردو نثر کی جتنی ترقی انیسویں صدی عیسوی کے
اواخر میں ہوئی کبھی نہیں ہو سکتی تھی۔ پہلے مقفیٰ اور مسجع زبان لکھنے کا
دستور تھا۔ سب سے پہلے میر امن نے داستان "باغ و بہار" میں رواں اور سیدھی
سادی نثر لکھی۔ لیکن یہ کتاب بھی قصے کی تھی۔ اسلئے اسکا دائرہ اثر محدود رہا۔
مرزا غالب نے اپنے مشاغل کی وجہ سے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو بے تکلف
اور روزمرہ کی زبان میں خطوط لکھے۔ لیکن خطوط بھی اپنی نجی نوعیت کی بنا
پر محدود اثرات کا حامل ہوتے ہیں۔ اس طرح غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے

کہ اس جہت سے اولیت کا سہرا سر سید کے سر ہے۔ کیونکہ انہوں نے روزمرہ کی سلیس اور بامحاورہ زبان میں مختلف عنوانات پر مضامین لکھے اور اردو صحافت کی دنیا میں عہد آفرینی کی حیثیت سے اپنا سکہ بٹھایا۔ سر سید کی شخصیت جامع کمالات سے مزین تھی۔ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ انکو ایک دبستان کا درجہ حاصل تھا۔ اپنے اثر و نفوذ کی بنا پر انہوں نے اپنے ہم خیالوں کا ایک حلقہ اپنے گرد وپیش بنا لیا تھا۔ اسکے علاوہ خود انکی شخصیت میں جو تہداری تھی اسکا پرتو بھی انکے اسلوب پر پڑا۔ وہ مصلح تھے، صحافی تھے، شاعر تھے مفسر قرآن تھے۔ مسلمانوں کے خیر خواہ و رہنما تھے۔ انشاپرداز تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اظہار و ابلاغ کی بے پناہ صلاحیت رکھتے تھے۔ انکی تحریروں میں انکی یہ تمام حیثیتیں اجاگر ہوئی ہیں اور انکا اسلوب انکی شخصیت کے ان مختلف رنگوں سے جا بجا مزین نظر آتا ہے۔

سر سید کا اسلوب سادہ اور سلیس نثر سے عبارت ہے۔ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے جملے اور کبھی کبھی طویل لیکن پیچیدگی سے پاک جملے سر سید کے اسلوب کی ایک خصوصیت کے طور پر نظر آتے ہیں

سرسید کے دل میں اپنی قوم کے لئے بے پناہ دردمندی کا جو جذبہ موجزن تھا وہ انکے انداز بیان سے جا بجا مترشح تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بھی انکے مضامین میں خلوص اور تاثیر کے عناصر بھی ملتے ہیں۔ سرسید کی ذات میں جو خطابت کا مادہ تھا وہ انکے بیشتر مضامین میں جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ انکے بعض مضامین خطیبانہ رنگ و آہنگ لئے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں مکالموں کی صورت میں پیدا ہوگئی ہے۔ یہ بھی دراصل خطابت ہی کی ایک دین ہے۔ اسکے علاوہ سرسید میں جو شاعرانہ استعداد پنہاں تھی۔ وہ بھی انکی طرز نگارش سے جا بجا ہویدا ہے دلائل کے طور پر "مقالات سرسید" کے بعض عنوانوں کا حوالہ بے جا نہ ہوگا ذیل میں ہم وہ مثالیں پیش کرتے ہیں جو ہماری ان رایوں کی توثیق کرتی ہیں

نوعیت کے اعتبار سے سرسید کے مقالوں کو جن زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے وہ فلسفیانہ، اصلاحی، معلوماتی، تخیلی اور شاعرانہ ہیں۔ سطور بالا میں سرسید کے اسلوب کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ اسمیں دردمندی، خلوص اور تاثیر کے عناصر پائے جاتے ہیں یہ عناصر بالعموم انہی مقالوں میں ہیں جو اصلاحی یا فلسفیانہ ہیں۔

اسطرح خطابت کا جوش یا مکالموں کی شان میں ایسے ہی قومی اور سماجی مضامین ملتی ہیں۔ ہم چند عنوانات پر اکتفا کرتے ہیں۔ تہذیب، تعلیم، رسم و رواج، خوشامد، تعصب، پردہ وغیرہ ایسے ہی عنوانات ہیں جنہیں سماجی اور قومی مسائل اصلاح کی خاطر دردمندی اور خلوص کے ساتھ زیر بحث لائے گئے ہیں۔ شاعرانہ اور تخیلی مضامین کی مثال امید کی خوشی، گزرا ہوا زمانہ، سراب حیات وغیرہ ہیں۔

سرسید پہلے شخص ہیں جس نے کسی عنوان کے تحت مقالہ نویسی کی ابتدا کی۔ انہوں نے پہلی بار عبارتیں قائم کرنے اور جملوں کے اختتام اور انواع سے متعلق علامتیں استعمال کرنے کو رواج دیا۔ بے جا عبارت آرائی سرسید کے یہاں نہیں ملتی۔ عام بول چال کے الفاظ، سیدھے سادے بامحاورہ اور سلاست و روانی کے عناصر سرسید کے اسلوب کی جان ہیں۔ سرسید کے یہاں بعض متروک الفاظ یا ترکیبیں ملتی ہیں۔ لیکن یہ الفاظ اور ترکیبیں اس زمانے میں عام بول چال کی رو سے متروک نہیں تھیں۔ سرسید نے بعض ایسے انگریزی الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے جنکے اردو مترادفات تھے اور ہیں۔ جیسے سوپلیرٹنی اور گورنمنٹ۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ سرسید کے زمانے میں یہی الفاظ عام تھے